اکائی نمبر 7 غالبؔ کی منتخب غزلوں کی تشریحات

ساخت

7.1 اغراض ومقاصد
7.2 تمہید
7.3 غالبؔ: حالات زندگی، عہد اور شعری خصوصیات
7.4 غالبؔ کی غزل ''آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک'' متن کی تشریح
7.5 غالبؔ کی غزل ''بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا'' متن کی تشریح
7.6 غالبؔ کی غزل ''پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا'' متن کی تشریح
7.7 غالبؔ کی غزل ''درد منت کش دوا نہ ہوا'' متن کی تشریح
7.8 آپ نے کیا سیکھا
7.9 اپنا امتحان خود لیجیے
7.10 سوالات کے جواب
7.11 فرہنگ
7.12 کتب برائے مطالعہ

7.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- غالبؔ کی شخصیت سے واقف ہوں گے
- غالبؔ کی ادبی خدمات کے متعلق معلومات حاصل کریں گے
- غالبؔ کے معاصرین کے بارے میں جانیں گے
- آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ غالبؔ نے کن شہروں کا سفر کیا
- غالبؔ کے اخلاق وعادات سے متعلق بحث ہوگی
- غالب کے منتخب کلام کا مطالعہ تشریح کے ساتھ کرسکیں گے

7.2 تمہید

مرزا غالبؔ اپنے عہد کے نمائندہ اور آفاقی شاعر ہیں۔ اردو ادب کی تاریخ میں مرزا غالبؔ کا نام غیر

معمولی عظمت کا حامل ہے۔وہ اردو اور فارسی زبان کے دانشور، عظیم مصنف اور فطری شاعر تھے۔ مرزا غالبؔ کی شخصیت ہمہ جہت تھی۔ وہ جتنے بڑے اردو اور فارسی زبان کے شاعر تھے اتنے ہی بڑے اردو اور فارسی کے نثر نگار بھی تھے۔انہوں نے شعر و شاعری کے علاوہ تاریخ نویسی میں بھی اپنے علم و ہنر کا لوہا منوایا۔اردو ادب کی تاریخ میں غزل کو اردو شاعری کی آبرو کا درجہ حاصل ہے تو مرزا غالب اس آبرو کی شناخت ہے۔مرزا غالب کا شمار اردو کے فلسفی شاعروں میں بھی ہوتا ہے۔غالب کے اشعار میں معنی کی کئی پرتیں ہیں۔غالب کے بیشتر اشعار ایسے ہیں جن پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔ ان کی شاعری میں موضوعات کا تنوع ہے۔انسانی زندگی کے تمام رنگ غالب کی شاعری میں موجود ہیں۔غالب کے اشعار فکر کی دعوت دیتے ہیں۔اسی لئے غالب کے کلام کی مختلف شرحیں لکھی گئیں۔ کلام غالب کو سمجھنے سمجھانے اور تفہیم غالب کی راہیں ہموار کرنے کے لئے مولانا حسرت موہانی، نظم طباطبائی، بیخود موہانی، یوسف سلیم چشتی، مولانا امتیاز علی خاں عرشی، مالک رام، کالی داس گپتا رضا، خلیق انجم اور شمس الرحمٰن فاروقی جیسے اہل علم کی کتابیں موجود ہیں۔غالب کے اشعار کی تشریح بھی ایک مشکل کام ہے۔کبھی کبھی معنی کی ایسی پرتیں ہوتی ہیں جنھیں عبور کرنا آسان نہیں ہوتا ہے۔

7.3 غالب :حالات زندگی، عہد اور شعری خصوصیات

مرزا غالبؔ کا اصل نام مرزا اسد اللہ بیگ خاں ہے۔عرفیت مرزا نوشہ تھی۔27 دسمبر 1797 میں بروز بدھ آگرے میں پیدا ہوئے۔دہلی کے ایک معزز خاندان میں اسد اللہ خاں کی شادی ہوئی، شادی کے بعد وہ آگرہ سے دہلی منتقل ہوگئے۔ان کے والد مرزا دولہا کی نسبت سے انہیں مرزا نوشہ کے نام سے یاد کیا اور دہلی میں اسی عرفیت کے ساتھ وہ مشہور ہوئے۔پہلے 'اسدؔ' کے نام سے شعر کہتے تھے۔بعد میں کسی اسد نامی شاعر کے بارے میں سنا تو انہوں نے غالب تخلص اختیار کیا۔دبیر الملک ،نجم الدولہ اور نظام جنگ جیسے خطابات شاہی دربار سے غالبؔ کو عطا کیے گیے۔استاد شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ کے بعد بہادر شاہ ظفرؔ کے استاد بھی مقرر ہوئے۔ان کے والد مرزا عبداللہ بیگ خاں ایک بہادر سپاہی تھے۔مرزا غالبؔ کی والدہ کا نام عزت النسا تھا جو ایک معزز خاندان کی تعلیم یافتہ اور نیک دل خاتون تھیں۔غالبؔ کا تعلق ایک معزز خاندان سے تھا۔غالبؔ خود کو پُشنگی اور افراسیابی کہتے تھے۔پشنگ افراسیاب کے باپ کا نام تھا۔افراسیاب قدیم ترکستان یا تورانی قبائل کا ایک معروف اور طاقتور شخص تھا۔غالب اپنے آبائی حسب نامے کے مطابق ترک سلجوقی ہیں۔سپہ گری اس خاندان کا محبوب پیشہ تھا۔

غالبؔ کے والد مرزا عبداللہ بیگ خاں کی پیدائش دہلی میں ہوئی۔مرزا غالبؔ کے والد مرزا عبداللہ نے بھی اپنے آبائی پیشہ سپہ گری کو اختیار کیا۔عبداللہ بیگ پہلے لکھنو کے آصف الدولہ کے دربار میں ملازم ہوئے۔اس کے بعد حیدرآباد کے نظام علی خان کی فوج میں تین ہزار فوجوں کے ساتھ شامل

ہوگئے ۔وہاں سے آگرہ چلے آئے، جہاں سکونت اختیار کی۔الور کے راجہ بختاور سنگھ کی فوجی کمان سنبھالی1802 میں راج گڑھ کی معرکہ آرائی میں مرزا عبداللہ جنگ کے میدان میں شہید ہوگئے ۔ اس وقت مرزا غالبؔ کی عمر صرف پانچ سال کی تھی۔ غالبؔ کل تین بھائی بہن تھے،سب سے بڑی بہن چھوٹی خانم اور چھوٹا بھائی مرزا یوسف۔مرزا غالبؔ کے والد کی وفات کے بعد ان کے چچا نصراللہ بیگ نے مرزا غالبؔ کی کفالت کا بار اپنے ذمہ لے لیا۔نصراللہ خاں کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی اس لیے انہیں اپنے بھائی کی اولادوں سے بے انتہا محبت تھی۔انہوں نے ان کی پرورش و پرداخت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔مرزا نصراللہ آگرہ میں مرہٹوں کی طرف سے صوبے دار تھے۔انگریزوں کے اقتدار میں آنے کے بعد انہیں رسالدار بنا دیا گیا۔آگرہ کے دو پرگنے سونس اور سونسہ کے علاقے بطور جاگیر انہیں عطا کیے گیے تھے۔مگر مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی۔1806 کو مرزا نصراللہ بیگ ہاتھی سے گر کر شدید طور پر زخمی ہوگئے۔اس حادثے کے بعد ان کی وفات ہوگئی۔اس وقت غالبؔ کی عمر آٹھ برس کی تھی۔اس طرح غالبؔ چچا کی کفالت اور شفقت سے بھی محروم ہوگئے۔نصراللہ بیگ خاں کے پس ماندگان کی پرورش کے لیے انگریز حکام نے وظیفہ مقرر کر دیا،جس میں سے ایک مخصوص حصہ مرزا غالبؔ کو بھی ملتا تھا۔بعد میں غالبؔ کے حصے کی رقم روک دی گئی۔جس کے لیے مرزا غالبؔ نے مقدمہ بازی بھی کی اور بہت تکلیفیں اٹھائیں۔

مرزا غالبؔ کی شادی 13 برس کی عمر میں امراؤ بیگم سے ہوئی، جو اس وقت 11 سال کی تھیں۔امراؤ بیگم دہلی کے نواب الٰہی بخش خاں معروفؔ کی چھوٹی بیٹی تھیں۔غالبؔ کے خسر محترم نواب معروفؔ ایک کہنہ مشق شاعر تھے۔شاہ نصیرؔ سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ان کا دیوان بھی شائع ہو چکا ہے۔نواب معروفؔ ایک نیک طینت اور شریف النفس انسان تھے۔دہلی کے معزز رئیسوں میں ان کا نام تھا۔وہ فیروز پور جھرکہ کے فرماں رواں نواب احمد بخش رستم جنگ اور رئیس لوہارو کے چھوٹے بھائی تھے۔

مرزا غالبؔ کا تعلق جس عہد سے ہے۔ہندوستان کی تاریخ میں اس دور کو سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔1857 میں مغلیہ سلطنت کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔اس کی جگہ انگریز ہندوستان کے حکمراں بن بیٹھے۔سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہی مشرقی تہذیب دم توڑنے لگی تھی۔انگریزوں کے ساتھ مغربی تہذیب بھی آئی۔دو قوموں کی دو تہذیبیں باہم متصادم ہوئیں۔مرزا غالب اس دور کے سماجی و معاشی اور تہذیبی بدلتے حالات کے عینی شاہد تھے۔غالبؔ مشرقی تہذیب کے دل دادہ تو ضرور تھے،لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کی روز بروز بڑھتی سیاسی اثر ورسوخ سے وہ خود چشم پوشی بھی نہیں کر سکتے تھے۔اسی لیے غالبؔ انگریزوں کے سامنے سرنگوں تو نہ ہوئے لیکن ان سے کسی حد تک مرعوب ضرور تھے۔

دہلی میں مستقل سکونت کے بعد مرزا غالبؔ نے دہلی سے باہر کلکتہ، رام پور اور میرٹھ جیسے شہروں کے سفر کیے۔ ان میں سب سے لمبا سفر کلکتہ کا تھا۔ اس شہر کا سفر انھوں نے پنشن کی بحالی کی غرض سے کیا تھا۔ اس سلسلے میں وہ تقریباً تین سال دہلی سے باہر رہے۔ اس سفر کے دوران انہوں نے لکھنو، الہ آباد، بنارس، پٹنہ اور بعض دوسرے شہروں میں بھی قیام کیا۔ دراصل غالبؔ کو فیروز پور جھرکہ سے جو پنشن ملتی تھی اسے احمد بخش خان کے بیٹے نواب شمس الدین احمد خان نے بند کر دیا۔ غالبؔ معاشی تنگی سے پریشان تھے اس لیے انہیں قانونی چارہ جوئی کے لیے کلکتہ کا سفر کرنا پڑا۔ مرزا غالبؔ کلکتہ اپنی پنشن سے متعلق مقدمے کے سلسلے میں گئے تھے۔ جسے وہ بحال کرانے میں ناکام رہے لیکن اس سفر سے مرزا غالبؔ کو بہت فائدے ہوئے۔ شہر کلکتہ غالبؔ کو خوب پسند آیا۔ وہ اپنے خطوط اور نظموں میں یہاں کی آب وہوا اور آموں کی خوب تعریف کی ہیں۔ وہ وہاں کے ادبی مشاعروں میں بھی شریک ہوتے رہے۔ اس شہر میں ان کے کئی اچھے دوست بھی ہو گئے تھے جن سے تاحیات دوستانہ رہا۔ کلکتہ میں غالبؔ کو ایک علمی معرکہ کا بھی سامنا کرنا پڑا جس کا ذکر انہوں ''بادِ مخالف'' نامی مثنوی میں کیا ہے۔ اسی سفر کے دوران مرزا غالبؔ نے لکھنو میں چند ماہ قیام کیا۔ لکھنو کے اہل علم نے ان کی خوب آو بھگت کی، لیکن بادشاہ غازی الدین حیدر اور اس کے نائب آغا میر کے دربار میں رسائی نہ ہو سکی۔ لکھنو سے کانپور اور الہ آباد کے راستے بنارس پہنچے۔ شہر بنارس مرزا غالبؔ کو بہت پسند آیا اور اس شہر کی تعریف میں فارسی زبان میں ایک مثنوی بعنوان ''چراغِ دیر'' تحریر کیا۔ مرزا غالب رام پور دو بار گئے۔ پہلی مرتبہ 1860ء میں رام پور کا سفر کیا۔ نواب یوسف خان غالبؔ کے علمی پرستار اور محسن تھے۔ غالبؔ کی تنگ دستی کے زمانے میں انہوں نے بطور وظیفہ سو روپے ماہ وار مقرر کر دیا۔ نواب یوسف مرزا غالبؔ کے شاگرد بھی تھے۔ رام پور کے اہل علم میں غالبؔ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ ان کی صحبت سے اہل رام پور مستفیض ہوئے۔ رام پور کا دوسرا سفر غالب نے 1865ء میں کیا تھا جب نواب یوسف خان کا انتقال ہوا تھا۔ ان کے جانشیں نواب کلب علی خان نے بھی غالبؔ کو خوب عزت دی اور ان کی خاطر داری کی۔ انہوں نے بھی غالبؔ کا وظیفہ جاری رکھا۔ 1859ء میں غالبؔ نے میرٹھ کا سفر کیا۔ اس وقت میرٹھ شہر میں ہی غالبؔ کے دوست نواب مصطفیٰ خان شیفتہؔ رہتے تھے۔ ان سے غالبؔ نے ملاقات کی۔ شیفتہ اس زمانے کے بڑے بلند مرتبہ لوگوں میں تھے۔ ان کے نام غالبؔ کے خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ شیفتہؔ سے ان کا والہانہ لگاؤ تھا۔ شیفتہ کے علاوہ غالب کے معاصرین میں مفتی صدر الدین آزردہ، مومن خاں مومن، ذوق، ظفر اور آغا جان عیش جیسے اہم اور باکمال لوگ شامل تھے۔

7.4 غالب کی غزل ''آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک'' متن کی تشریح

غزل (متن)

1۔ آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

2۔ دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک
3۔ عاشقی صبر طلب، اور تمنا بے تاب دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک
4۔ ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے، لیکن خاک ہو جائیں گے ہم، تم کو خبر ہونے تک
5۔ پرتو خور سے، ہے شبنم کو فنا کی تعلیم میں بھی ہوں، ایک عنایت کی نظر ہونے تک
6۔ یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک
7۔ غم ہستی کا اسد! کس سے ہو جز مرگ علاج شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

تشریح :

1۔ شاعر کہتا ہے کہ میری آہ موثر ضرور ہے لیکن اس کے اثر پذیر ہونے کے لئے ایک بڑی مدت درکار ہے، جب تک تیری زلف میرے قابو میں آئے گی تب تک تو میرا دم ہی نکل جائے گا۔ یعنی محبوب کے نظر التفات تک تو عاشق کا کام تمام ہو جائے گا۔ یعنی میں جو تمہاری یاد میں آہیں بھر رہا ہوں ان آہوں میں اثر ہوگا بھی تو ذرا دیر لگے گی۔ جب تک ہماری آہ اثر کرے گی اور تم ہمارے ہوگے تب تک تو ہم نہ ہوں گے۔ بھلا تب تک کون زندہ رہے گا۔

2۔ یادگار غالب میں مولانا حالی نے لکھا ہے کہ اس شعر میں مطلب جو ادا کیا گیا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ انسان کو درجۂ کمال تک پہنچنے میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نہنگ کے معنی گھڑیال یا مگرمچھ کے ہوتے ہیں۔ سیکڑوں گھڑیال منہ پھیلائے کھڑے ہیں اب دیکھتے ہیں کہ قطرے کو گہر بننے تک اس پہ کیا گزرتی ہے۔

3۔ شاعر کہتا ہے کہ عاشقی ایک صبر طلب کام ہے۔ عاشقی جلدی کا کام نہیں۔ عشق میں بہت صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ معشوق ہر بات مان جائے اور فوراً مان جائے یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے عاشقی کو صبر طلب کہا گیا ہے لیکن دقت یہ ہے کہ محبوب سے ملنے کی تمنا اسے بے تاب کئے ہوئے ہے۔ عشق میں جگر کا خون تو ہونا ہی ہے لیکن خون جگر ہونے تک اس دل کا کیا کروں؟ دل تو بے تحاشہ ڈھڑک رہا ہے۔ دل تو محبوب سے ملنے کے لیے بے تاب ہے۔

4۔ شاعر کہتا ہے کہ ہم یہ مان لیتے ہیں کہ تم تغافل نہ کرو گے، یعنی تم جان بوجھ کر ہم کو نظر انداز نہیں کرو گے لیکن تم کو جب تک خبر ہوگی تب تک تو ہم خاک ہو چکے ہوں گے۔ خاک ہونا مطلب مرجانا، مٹی میں مل جانا۔ چونکہ انسان کو اللہ نے مٹی یعنی خاک سے پیدا کیا ہے۔ اس لیے انسان کے مرجانے کو خاک میں مل جانا یا مٹی میں مل جانا کہتے ہیں۔ شعر میں حسن یہ ہے کہ شاعر یعنی عاشق اپنے محبوب سے شکایت کر رہا ہے کہ وہ اسے نظر انداز کرتا ہے۔ لیکن جب معشوق یقین دلاتا ہے کہ وہ نظر انداز نہیں کر رہا ہے تب عاشق ایک نیا پہلو سامنے لاتا

ہے کہ چلو ہم مان لیتے ہیں کہ تم تغافل نہ کرو گے لیکن جب تک تمہارے پاس خبر پہنچے گی تب تک تو ہمارا جنازہ اٹھ چکا ہوگا۔ یعنی ہم خاک میں مل چکے ہوں گے۔

5۔ پرتو یعنی سایہ۔ مطلب یہ ہے کہ جس طریقہ سے سورج کے پرتو سے شبنم فنا ہو جاتی ہے (دھوپ سے شبنم اڑ جاتی ہے) اسی طریقہ سے اگر آپ کی اک نظر عنایت مجھ پر پڑ جائے گی تو میں بھی فنا ہو جاؤں گا۔ شاعر نے پرتو خور کو نظر معشوق سے تشبیہ دی ہے۔

6۔ یعنی اے غافل زندگی کا زمانہ بہت تھوڑا ہے۔ گرمیٔ بزم اس سے زیادہ عرصے تک نہیں رہتی۔ جتنا عرصہ کہ ایک چنگاری کو اڑ کر اس کے بجھ جانے میں لگتا ہے۔ یعنی یہ دنیا بالکل بے ثبات اور بہت جلد فنا ہو جانے والی ہے۔

7۔ غالب کہتے ہیں کہ اپنی ہستی یا اپنی زندگی میں جو غم ہے اس کا کچھ علاج نہیں ہے۔ پھر دوسرے مصرعے میں کہتے ہیں کہ ہاں ایک علاج ہے غم سے نجات کا۔ اور وہ علاج موت (مرگ) ہے۔ اسی لئے شمع ہر حال میں صبح ہونے تک جلتی رہتی ہے۔ یعنی کسی بھی صورت انسان کو اپنی زندگی مکمل کرنی ہوگی۔ اسے ہر حال میں شمع کی طرح جلنا ہوگا۔

(شرح دیوان غالب، از سعید الدین احمد)

7.5 غالب کی غزل ''بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا'' متن کی تشریح

غزل (متن)

1۔ بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا — آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
2۔ گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی — در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا
3۔ وائے دیوانگی شوق، کہ ہر دم مجھ کو — آپ جانا ادھر، اور آپ ہی حیراں ہونا
4۔ عشرت قتل گہہ اہل تمنا مت پوچھ — عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا
5۔ لے گئے خاک میں ہم داغ تمنائے نشاط — تو ہو اور آپ بہ صد رنگ گلستاں ہونا
6۔ کی، مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ — ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!
7۔ حیف، اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب — جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

تشریح:

1۔ دنیا میں ہر کام آسان ہو یہ ضروری تو نہیں۔ یعنی ہر کام کا آسان ہونا بہت دشوار ہے۔ اسی

طرح آدمی اور انسان میں بہت فرق ہوتا ہے۔ بڑی مشکل سے کوئی آدمی انسان بن پاتا ہے۔ دراصل شاعر مانتا ہے کہ ایک انسان میں سچائی، ایمانداری، شجاعت، فہم، رحم، مروت وغیرہ بہت سی خوبیاں ہونی چاہئے۔ جس شخص میں یہ خوبیاں نہ ہوں وہ ایک آدمی تو نظر آئے گا لیکن وہ انسان نہیں ہے۔

2۔ کاشانہ یعنی چھوٹا گھر، جھونپڑا، یہ تحقیر آمیز جملہ ہے۔ لفظ ٹپکنا گریہ اور گھر کی مناسبت سے بہت قائدے سے لایا گیا ہے۔ چونکہ رونا پیٹنا ویرانی کی علامت ہے۔ اس لیے شاعر کہتا ہے کہ میرے گریہ کی یہ خواہش ہے کہ میں خانہ ویران ہو جاؤں، جیسا کہ اب بھی میرے در و دیوار سے ویرانی ٹپک رہی ہے۔

3۔ یعنی مجھ کو اپنی دیوانگی پر افسوس آتا ہے کہ اس کے تقاضہ سے میں گھڑی گھڑی معشوق کے کوچہ کی جانب جاتا ہوں۔ اور نارسائی کی وجہ سے حیران ہو کر چلا آتا ہوں۔ شاعر یعنی عاشق اپنی اس دیوانگی پر کف افسوس ملتا ہے۔ اس کے در پہ جاتا ہے اور خود ہی حیران ہو کر واپس پلٹ آتا ہے۔ عشق میں عجیب صورت حال ہے۔

4۔ عید نظارہ کا مطلب ہے وہ عید جس میں معشوق کا دیدار نصیب ہو۔ شمشیر عریاں کو ہلال سے تشبیہ دی ہے۔ ہلال یعنی نئے چاند کی صورت شمشیر جیسی ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ مقتل میں عشاق، شمشیر معشوق کو عریاں دیکھ کر عید مناتے ہیں۔ ہلال عید کو شمشیر سے تشبیہ دینا غالب کی شاعری کا کمال ہے۔ معشوق میں بھی شمشیر جیسی تیزی اور کاٹ ہے۔ اسی طرح شمشیر میں جو چمک ہے وہ بھی معشوق کی حصہ ہے۔

5۔ بصد رنگ گلستاں ہونا۔ فرط مسرت سے باغ باغ ہونا۔ غالب کے اس شعر کو بعض شارحین نے مہمل قرار دیا ہے۔ یعنی اس کے معنی کچھ نہیں یا معنی صاف نہیں ہیں۔ شاعر یعنی عاشق اپنے محبوب کو مخاطب کر کے طنزاً کہتا ہے کہ اے محبوب تو خوش ہو کہ ہم نامراد مر گئے۔

6۔ مقام افسوس ہے کہ محبوب نے جب میرا کام تمام کر لیا تب اس نے جفا سے توبہ کی۔ کاش اس کو ذرا دیر پہلے رحم آیا ہوتا۔ غالب نے زود پشیماں کا استعمال بطور طنز کیا ہے۔ محبوب اب نادم ہے، اپنی ندامت اور پشیمانی کا اظہار کر رہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ کوئی دیکھے ذرا اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔

7۔ جنون میں عشاق کا گریباں بار بار چاک ہوتا ہے۔ عاشق کا گریبان بار بار چاک ہوتا ہے۔ کبھی تو محبوب گریبان پکڑ کر پھاڑ دیتا ہے اور کبھی عاشق خود اپنا گریباں چاک کرتا ہے۔ چار گرہ کپڑے کی قسمت پر شاعر نے رشک کیا ہے۔ گرہ کپڑا ناپنے کا ایک چھوٹا پیمانہ ہے۔ جیسے گز یا میٹر سے کپڑا ناپتے ہیں اسی طرح گرہ کا رواج بھی تھا۔ کپڑے کے اس چھوٹے ٹکڑے

کی قسمت پر شاعر رشک کرتا ہے۔ یعنی گریبان عاشق اور معشوق کے درمیان ایک نا قابل فراموش شئے ہے۔

(شرح دیوان غالب از سعید الدین احمد)

7.6 غالب کی غزل ''پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا'' متن کی تشریح

غزل (متن)

1۔ پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا دل، جگر تشنۂ فریاد آیا
2۔ دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز پھر ترا وقت سفر یاد آیا
3۔ سادگی ہائے تمنا، یعنی پھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا
4۔ عذر واماندگی، اے حسرت دل نالہ کرتا تھا، جگر یاد آیا
5۔ زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی کیوں ترا راہ گزر یاد آیا
6۔ کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی گھر ترا خلد میں گر یاد آیا
7۔ پھر ترے کوچے کو جاتا ہے خیال دل گم گشتہ مگر یاد آیا
8۔ کوئی ویرانی سی ویرانی ہے! دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
9۔ میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

تشریح :

1۔ عاشق کہتا ہے کہ مجھ کو پھر اپنا دیدۂ تر یاد آیا۔ یعنی گریۂ عشق میں رونے کی جو لذت تھی وہ پھر یاد آئی۔ اور دل و جگر میں فریاد کی خواہش پیدا ہوئی کہ نالہ کروں اور روؤں لیکن یار گریہ نہیں ہے کہ دل و جگر کا سارا خون آنسوؤں کی راہ پہلے ہی بہا چکا تھا۔ شارحین نے دیدۂ تر سے معشوق کا دیدۂ تر مراد لیا ہے۔

2۔ ''دوست کو رخصت کرتے وقت جو دردناک کیفیت گزری تھی اس کو ''قیامت'' کہا ہے۔ اور جو اس کے چلے جانے کے بعد رو رو کر یاد آتی ہے اس میں جو کبھی کبھی وقفہ ہو جاتا ہے اس کو قیامت کے دم لینے سے تعبیر کیا ہے۔'' (یادگار غالب)

3۔ پہلے مصرعہ میں لفظ ''دیکھو'' محظوف ہے۔ نیرنگ نظر۔ معشوق شوخ۔ مطلب یہ ہے کہ میری تمنا وصل معشوق کی سادگی ذرا ملاحظہ کیجئے کہ وہ ایک مرتبہ اس کو معشوق کی طرف سے ناکامیابی اور مایوسی ہو چکی ہے لیکن پھر وہی یاد آتا ہے۔ یا یہ کہ جس نے مجھے تباہ کر کے ایسی خستہ حالت پہ پہنچا دیا میری آرزوئیں اسی نیرنگ نظر کو یاد کرتی ہیں۔

4۔ عذر داماندگی کے بعد'' قبول کر'' محذوف ہے۔مطلب یہ ہے کہ حسرت دل اس بات کی متقاضی تھی کہ نالہ کیا جائے اس لیے میں نالہ کرنے والا ہی تھا کہ جگر یاد آ گیا۔کہ ایسا نہ ہو کہ (نالہ کے صدمہ سے) وہ شق ہو جائے اس سبب میں چپ ہو گیا۔اے حسرت دل میرے اس عذر داماندگی کو قبول کر۔

5۔ یعنی ہماری زندگی یوں بھی کسی نہ کسی طرح کٹ ہی جاتی۔فضول تیرا رہ گزر کیوں یاد آیا کہ اس کو یاد کر کے ہم مر گئے۔

حسرت صاحب اس کے معنی اس طرح بیان فرماتے ہیں۔''جب کامگاری ممکن ہی نہیں تو تیرا رہگزر بے کار ہی یاد آتا ہے۔یعنی جب وہاں بھی بحالت ناکامیابی بسر ہو گی تو یاد آنا عبث ہے۔یوں بھی زندگی کسی نہ کسی طور پر گزر رہی جاتی۔''

6۔ کیا ہی لڑائی ہو گی، یعنی خوب لڑائی ہو گی۔اس بنا پر کہ وہ کہے گا کہ بہشت اچھی ہے اور میں کہوں گا کہ نہیں میرے معشوق کا گھر اچھا ہے۔مرزا ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

کم نہیں جلوہ گری میں تیرے کوچہ سے بہشت
یہی نقشہ ہے مگر اس قدر آباد نہیں

7۔ گم گشتہ، کھویا ہوا۔مگر شاید۔مطلب یہ ہے کہ شاعر کھوئے ہوئے دل کو ڈھونڈھنے کی غرض سے اس کی کوچہ کی طرف چلا ہے کیوں کہ وہیں دل کے کھوئے جانے کا احتمال ہے۔

8۔ ''اس شعر سے جو معنی فوراً متبادر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ جس دشت میں ہم ہیں وہ اس قدر ویران ہے کہ اس کو دیکھ کر گھر یاد آتا ہے۔یعنی خوف معلوم ہوتا ہے۔(چلو گھر کو لوٹ چلیں) مگر ذرا غور کرنے کے بعد اس سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ ہم تو اپنے گھر کو ہی سمجھتے تھے کہ ایسی ویرانی کہیں نہیں ہو گی مگر دشت بھی اس قدر ویران ہے کہ اس کو دیکھ کر گھر کی ویرانی یاد آتی ہے۔گھر یاد آنے میں صنعت ایہام ہے۔'' (یادگار غالب)

9۔ سر یاد آیا یعنی اپنے ہی سر میں مار لیا یا یہ کہ مجھ کو یہ خیال گزرا کہ ممکن ہے کہ میں بھی مجنوں کی طرح جنون عشق میں مبتلا ہو جاؤں۔اور لڑکے میرے سر پر بھی اسی طرح سنگ زنی کریں اور اس خیال سے اس کو پھینک دیا۔

(شرح دیوان غالب از سعید الدین احمد)

7.7 غالب کی غزل ''درد منت کش دوا نہ ہوا'' متن کی تشریح

غزل (متن)

1۔ درد منت کش دوا نہ ہوا میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا
2۔ ہے خبر گرم ان کے آنے کی آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا
3۔ کیا وہ نمرود کی خدائی تھی بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
4۔ جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
5۔ زخم گر دب گیا ، لہو نہ تھما کام گر رک گیا ، روا نہ ہوا
6۔ کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہیں آج غالب غزل سرا نہ ہوا

تشریح :

1۔ یعنی اگر مجھ کو صحت نہ ہوئی تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ میں دوا کے احسان سے بچ گیا۔

2۔ اس سے مدارات اور مفلسی کا اظہار ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ پہلے میرے پاس ایک بوریہ تو تھا لیکن اب جب کہ ان کے آنے کی خبر مشہور ہے تو شومئ قسمت سے وہ بوریہ بھی نہیں رہا۔

3۔ کہتا ہے کہ میری بندگی کیا نمرود کی خدائی تھی کہ اس سے مجھ کو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ یہاں بندگی سے مراد عبادت نہیں ہے بلکہ عبودیت ہے۔ بندگی پر نمرود کی خدائی کا اطلاق کرنا بالکل نئی بات ہے۔'' (یادگار غالب)

4۔ پہلے حق کے معنی سچ اور دوسرے حق کے معنی فرض کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم نے خدا کی راہ میں جان بھی دے دی تو بھی ہم سے پورا پورا فرض ادا نہیں ہوا۔ کیوں کہ جان اسی کی دی ہوئی تھی۔ اگر اسی کی راہ میں دے بھی دی تو کیا ہے؟ کسی کی دی ہوئی چیز کا واپس کر دینا کوئی ذاتی ایثار اور قربانی نہیں ہے۔

5۔ کام جب رک جاتا ہے تو مشکل سے پھر روا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے چاہئے تھا کہ زخم اگر دب گیا تو پھر لہو بھی رک جاتا۔ لیکن میرے حق میں ایسا نہیں ہے۔ زخم کے دب جانے پر بھی لہو جاری ہے۔

6۔ اس شعر کا ایک پہلو یہ ہے کہ غالب کو اپنی عظمت کا خوب اندازہ ہے۔ شاعر خاموش ہے لیکن پھر اسے خیال آتا ہے کہ اس کی خاموشی سے ہر طرف سناٹا ہے۔ لوگ گزارش کر رہے ہیں کہ حضور کچھ تو کہیئے کہ لوگ پوچھ رہے ہیں۔ سب لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ آج غالب کیوں غزل سرا نہ ہوا؟ (شرح دیوان غالب از سعید الدین احمد)

7.8 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ

- مرزا غالبؔ کی شخصیت سے واقف ہوئے۔
- مرزا غالبؔ کی حالات زندگی کو تفصیل سے جانا اور سمجھا۔
- مرزا غالبؔ کے معاصرین کے بارے میں واقفیت حاصل کی۔
- غالبؔ کی ادبی خدمات کے بارے میں تفصیل سے سمجھا۔
- غالبؔ کے عادات واطوار اوران کے اسفار کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔
- منتخب کلام غالب کی تشریح پڑھ کر اشعار میں پوشیدہ جہان معنی کی تلاش کی

7.9 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ غالبؔ کب اور کس شہر میں پیدا ہوئے بتائے؟

2۔ غالبؔ کے والدین کے نام بتائے؟

3۔ غالبؔ کی شادی کب اور کس سے ہوئی اس پر روشنی ڈالیے؟

4۔ مرزا غالبؔ رام پور کتنے بار گئے؟ اور کلکتہ کا سفر کیوں کیا تھا؟

5۔ غالبؔ کے پانچ معاصرین ادیبوں کے نام بتائے؟

7.10 سوالات کے جواب

1۔ غالبؔ کی ولادت 27 دسمبر 1797 کو شہر آگرہ میں ہوئی۔

2۔ مرزا غالب کے والد کا نام مرزا عبداللہ بیگ خاں اور والدہ کا نام عزت النسا بیگم ہے۔

3۔ غالبؔ کی شادی 1810ء میں 13 سال کی عمر میں امراؤ بیگم سے ہوئی۔ اس وقت امراؤ بیگم کی عمر محض 11 سال کی تھی۔

4۔ غالبؔ رام پور دو بار تشریف لے گئے۔ پہلی دفعہ 1860ء میں جب نواب یوسف علی خان رام پور کے والی تھے۔ دوسری بار غالبؔ نے 1865ء میں رام پور کا سفر کیا جب نواب یوسف علی خان کا انتقال ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے تعزیت پیش کی۔

5۔ غالبؔ کے معاصرین ادیبوں میں استاد شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ، شاہ نصیر، مومن خان مومنؔ، بہادر شاہ ظفرؔ اور نواب مصطفیٰ خان شیفتہؔ کے نام اہم ہیں۔

7.11 فرہنگ

لفظ	معنی
عہد	زمانہ،سال
آفاقی	ساری دنیا کا، عالمگیر
حامل	بوجھ اٹھانے والا
دانشور	علم والا، عقل والا
مصنف	تصنیف کرنے والا، کتاب لکھنے والا
فطری	پیدائشی
ہمہ جہت	ہر اعتبار سے
نثر نگار	نثر لکھنے والا
آبرو	عزت
شناخت	پہچان
نوشہ	دولہا
تخلص	شاعر کا وہ مختصر نام جو مقطع میں استعمال کرتا ہے
خطابات	بادشاہ یا سرکار کی طرف سے اعزازی نام، واحد: خطاب
قبائل	گروہ، فرقہ
زوال	نقصان، اتار، تنزلی
بساط	بستر، بچھونا، فرش
سپہ گری	سپاہی کا کام یا پیشہ
سکونت	کسی مقام یا کسی ملک میں بحیثیت شہری مستقل طور پر قیام
وفات	موت
پرورش	دیکھ بھال، پال پوس
صوبے دار	ریاست کا گورنر
رسالدار	ایک رسالے کا افسر، سوسواروں کا افسر
محروم	منع کیا گیا، روکا گیا
خسر	سسر، بیوی کا باپ
کہنہ مشق	ماہر، تجربہ کار، منجھے ہوئے

ایام	یوم کی جمع، دن
متبنّی	متبنی بنانے والا باپ، گود لینے والا
سانحہ	واقعہ، حادثہ
طفولیت	بچپن، بالکپن ۔لڑکپن
قمار بازی	جوا کھیلنا۔شرطیہ بازی
خفا	ناراض
خودداری	غیرت، ثابت قدمی
معلم	استاد
تجویز	رائے، مشورہ
حیوان ظریف	خوش طبع ۔ہنس مکھ
خوش اخلاق	عمدہ اخلاق
صاف گو	سچا، کھری بات کہنے والا
ملازمت	نوکری
عہدہ	منصب، مرتبہ
استقبال	خوش آمدید
سنگ میل	میل کا پتھر جو راہ گیروں کی رہنمائی کا کام کرتا ہے
آفتاب	سورج
غروب	ڈوب جانا
حکمراں	برسر اقتدار، صاحب حکومت
عینی	آنکھوں دیکھا
دل دادہ	فریفتہ، عاشق، گرویدہ
چشم پوشی	آنکھ چرانا، نظر انداز کرنا
مرعوب	ڈرا ہوا
مستقل	ہمیشہ کے لیے
پنشن	وظیفہ
چارہ جوئی	فریاد، نالش
دارالحکومت	راجدھانی
منت وسماجت	پیروی، التجا

سفارش	کسی کی بھلائی یا مطلب برآری کے لیے دوسرے سے کلمات خیر کہنا۔
معرکہ	لڑائی، جنگ
قیام	مقیم۔فروکش، مستقل ایک حالت پر قائم
ماہ وار	ہر مہنے، مہینے کے مہینے
مستفیض	فیض یاب،فیض اٹھایا
جاں نشیں	سلطنت کے نائب

7.12 کتب برائے مطالعہ

1۔	الطاف حسین حالی	یادگار غالب	غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی،1986
2۔	شمس الرحمٰن فاروقی	تفہیم غالب	غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی،2006
3۔	شان الحق حقی	آئینۂ افکار غالب	ادارہ یادگار غالب کراچی،2001
4۔	عبادت بریلوی	غالب اور مطالعہ غالب	سکسینہ پبلشنگ ہاؤس دہلی،1970
5۔	مولانا غلام رسول مہر	دیوان غالب	شیخ غلام علی اینڈ سنز ایجوکیشنل پبلیشر لاہور،1967
6۔	مختارالدین احمد	احوال غالب	انجمن ترقی (ہند) دہلی،1953
7۔	آغا محمد باقر	بیان غالب	کتابی دنیا دہلی،2000
8۔	تنویر احمد علوی	غالب کی سوانح عمری	غالب اکادمی بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی،2004
9۔	اسلوب احمد انصاری	نقش ہائے رنگ رنگ	
10۔	ڈاکٹر عقیل احمد دیوان	غالب اردو غالب اکیڈمی	بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی 2001